قرآن مجید کی تفسیر میں سابقہ صحفِ سماویہ سے اخذ واستدلال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسلوب

Methodology of Sahabah (رضی اللہ عنہم) for Derivation and Inference from Previous Revelatory Books in Commentary of the Holy Quran

ڈاکٹر محمد خبیب*

ڈاکٹر ضیاء الرحمن**

ABSTRACT

From the beginning, the tradition of exegesis and interpretation of Holy Quran is being practiced. Some Expert of Quranic Studies thinks that previous scriptures are also a source of interpretation of the Holy Quran. In this article, It is studied behaviors and methodology of Sahabah (رضی اللہ عنہم), in which Umar e Farooq and Jabir bin Abdullah (رضی اللہ عنہم) were adopted Tough stance about reading and copying the previous scriptures. But when we look at the stand of other companions of Prophet Muhammad (ﷺ) like Abdullah bin Amar bin Al'Aas, Abdullah bin Umar, Abdullah bin Salam, Abdullah bin Mas'ud, Anas bin Malik and Abu Huraira (رضی اللہ عنہم)etc, we got the result that their acts and methodology looks clearly supporting affirmation of reasoning from the previous scriptures.

In this article, these two cases were reviewed as a research overview and it has been proven that derivation and inference from the previous scriptures should be used in interpretation of the Holy Quran.

So that we can identified the facts those are common in previous scriptures and the Holy Quran and moreover, the Holy Quran clarified those facts in a fresh authentic ways, but the people of the Scriptures have been ignored or denied these facts. It should be questioned from them about such facts or showed them clear evidences from their own scripture. These evidences may be become a source of guidance, or establish a proof against them .

Keywords:*Derivation Tafseer e Quran,Sahabah (رضی اللہ عنہم),Previous Revelatory Books, Interpretation.*

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

تعارف

تورات، زبور اور انجیل منزل مِن اللہ اور اپنے ادوار میں اپنی امتوں کے لیے رہنما کتب تھیں۔ حضور مکرم ﷺ کی بعثت کے بعد قرآن مجید عالمِ انسانی کے لیے تاقیامت منبع رشد وہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سابقہ کتبِ سماویہ کا مھیمن یعنی معیار اور کسوٹی قرار دیا ہے۔[(۱)] تمام صحفِ سماویہ کا منبع ایک ہونے کی بنا پر بہت سے احکام ومسائل اور واقعات کا مشترک ہونا لازمی امر ہے لیکن قرآن مجید اور موجودہ سابقہ الہامی کتب کے اسلوبِ بیان میں بہت فرق ہے۔ سابقہ کتبِ سماویہ کی نسبت قرآن مجید خاص کر سابقہ انبیاء اور اقوام کی غیر ضروری تفصیلات ذکر کرنے کی بجائے صرف اتنی بات ذکر کرتا ہے جتنی اِس اُمت کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ضروری تھی۔ سابقہ صحفِ سماویہ میں تحریف وتبدّل کے قرآنی دلائل وبراہین کے بعد حضور مکرم ﷺ نے سابقہ صحفِ سماویہ پر مبنی کسی بھی بات کو ذکر کرنے کے متعلق اپنے اصحاب کو ایک اصول وضابطہ عطا کرتے ہوئے فرمایا:

"بَلِّغوا عنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحدِّثُوا عنْ بَنِي إِسْرائيلَ وَلا حَرَجَ، وَمنْ كَذبَ عَليَّ مُتَعمِّدًا، فَلْيتَبَوَّأْ مَقْعدَهُ مِن النَّارِ"[(۲)]

میر ابات کا ابلاغ کرو، اگرچہ وہ ایک بات ہو۔ بنی اسرائیل سے روایت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن جس نے جان بوجھ کر میرے متعلق جھوٹ بولا، اسے اپنا گھرانہ جہنم میں بنالینا چاہیے۔

درج بالا حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"فإن معنى قوله ﷺ:"وحدثوا عن بنى اسرائيل ولا حرج" أن حدثوا عنهم بما تعلمون صدقه، وهو ما يوافق القرآن، أو السنة الصحيحة، لما في الحديث عنهم من العظة والاعتبار، ولا يجوز أن يكون المعنى، حدثوا عنهم بكل حديث حق أو باطل، إذمن المعلوم ضرورة أن النبي لايجيز التحديث بالكذب، كما لايجوز أن يكون المعنى. حدثوا عنهم بما لاتعلمون كذبه"[(۳)]

حضور ﷺ کے فرمان بنی اسرئیل سے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کا مطلب ہے: بنی اسرائیل سے وہی باتیں بیان کیا کرو جن کا کلام الٰہی اور سنتِ صحیحہ کے موافق ہونا تمہیں معلوم ہو۔ آپ ﷺ کا فرمان یہ نہیں کہ ان سے ہر بات ہی بیان کر لیا کرو، وہ سچی ہو یا جھوٹی، جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ نبی ﷺ نے جھوٹ کو بیان کرنے

(۱) سورۃ المائدۃ:۴۸

(۲) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل: حدیث نمبر:۳۴۶۱، دار السلام للنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۹۹ء، ۴/۱۷۰

(۳) محمد ابوزہرہ، الحدیث والمحدثون، دار الفکر العربی، قاہرہ، ۱۳۷۸ھ، ص:۱۸۹

کی اجازت نہیں دی۔ جیسا کہ یہ معنی کرنا بھی درست نہیں کہ بنی اسرائیل سے وہ بھی لے لیا کرو جس کے جھوٹ ہونے سے متعلق تم لاعلم ہو۔

حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان میں ایسی روایات سے اخذ و استدلال کا طریق کار اور اسلوب بھی واضح کیا گیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہود توراۃ عبرانی میں پڑھتے جبکہ مسلمانوں کے لیے اس کی تشریح عربی میں کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

"لا تُصدِّقُوا أَهْلَ الكِتابِ وَلا تُكذِّبُوهمْ، وَقُولوا آمنَّا بِاللَّه وَما أُنْزِلَ إلِيْنَا"(۱)

تم ان کی باتوں کو سچ جانو اور نا جھوٹ۔ بس اللہ اور منزل من اللہ احکامات پر ایمان رکھو۔

درج بالا فرمانِ رسول کی وضاحت میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے مراد اہلِ کتاب کے اپنے صحائف سے ذکر کرنے میں احتمال پایا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے فی الحقیقت وہ سچی ہوں اور تم اسے جھٹلا بیٹھو اور یہ بھی ممکنات میں شامل ہے کہ وہ کذب پر مبنی ہوں اور تم تصدیق کر دو، تو اس طرح تم حرج میں پڑ جاؤ، لیکن ہم اپنی شریعت کے خلاف بات کو رد کر سکتے ہیں اور اپنے دین سے موافق بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔(۲)

یقیناً درج بالا دلیل کا جواز پر دلالت کرنا، ممانعت پر دلالت سے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں کہا: تم ان کی کوئی بات نہ سنو اور نہ یہ فرمایا کہ بنی اسرائیل کی کوئی بات نقل نہ کرو۔ بلکہ ممانعت تو انہیں سچا یا جھوٹا کہنے کی ہے، لاریب یہاں ممنوع صرف وہ تصدیق ہے جو کتبِ اہلِ کتاب اور صحیفوں سے متعلق حسن ظن پر مشتمل ہو۔ اسی طرح وہ تکذیب جو بغیر کسی برہان پر مبنی ہو۔

قرآن کی تفسیر و توضیح کی روایت شروع سے جاری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بعض آیات سے متعلق استفسارات کا ذکر ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے، چنانچہ آثارِ صحابہ ماخذِ تفسیر میں تیسرا اہم مقام رکھتے ہیں۔ وقت کی ضرورتوں کے ساتھ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے قرآن، حدیث اور آثارِ صحابہ کے علاوہ بھی بعض اسلوب اختیار کرنا ناگزیر ہوئے۔ چنانچہ بعض اصولیین کے نزدیک تفسیرِ قرآن کا ایک اسلوب اور ماخذ سابقہ صحفِ سماویہ بھی ہیں۔ اسی نقطہء نظر کو با دلائل ثابت کرنے کے لیے اس موضوع پر صحابہ کرامؓ کی فلاسفی پر غور کیا گیا ہے کہ کیا واقعی ضرورت تھی کہ کلامِ الٰہی سے بعض آیات کی تشریح و توضیح میں سابقہ الہامی کتب سے مدد لی جائے؟ نورِ نبوت سے فیض یافتگان اصحاب نے قرآن کی تفسیر میں سابقہ کتبِ سماویہ سے اخذ و استدلال کیا ہے۔ یہاں اکابر اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل، اسلوب و منہج ذکر کیا جا رہا ہے۔

---

(۱) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا، حدیث نمبر: ۴۴۸۵، ۲۰/۶

(۲) عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، ابو الفضل، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۷۹ھ، ۱۷۰/۸

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

حدیثِ رسول ﷺ:

"حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ" کے راوی سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَلِهذا كانَ عبدُ اللهِ بنِ عَمرو قَد أصابَ يَوم اليرموكِ زَامَلَتَينِ مِن كُتبِ أهلِ الكتابِ، فَكانَ يُحدثُ مِنهُمَا بِمَا فَهِمَهُ مِن هذَا الحَديثِ مِن الإذنِ فِي ذَلِكَ"(۱)

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اسی حدیث سے اجازت سمجھنے کی بنا پر جنگ یرموک سے اہل کتاب کی دستیاب شدہ دو بوجھ کتب سے روایت کرنے لگے تھے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر بغوی" میں حدیث مبارکہ "حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ" سے استدلال کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اہل کتاب اور کتب اہل کتاب سے بیان کرنے اور قرآن کی تشریح و توضیح میں اقوالِ صحابہ کرام کی قبولیت پر استدلال کرتے ہیں اور اسی جواز سے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کبھی کبھی کتب اہل کتاب سے بیان کرتے تھے، جو انہیں یوم یرموک ملی تھیں۔(۲)

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی الفاظ کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں آخری الفاظ یہ نقل کرتے ہیں:

"فَكَانَ يُحَدِّثُ مِنْهُمَا بِمَا فَهِمَهُ"(۳)

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کتب اہل کتاب سے مطالعہ کرتے، غور و فکر کرتے اور دلائل تلاش کرتے۔ اب سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا ایک استدلال بطور مثال ملاحظہ کریں، جو انہوں نے تورات سے استدلال کے طور پر بیان کیا۔ روایت یہ ہے:

"قرآن مجید کی یہ آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ تورات میں اس طرح ہے: اے پیغمبر! آپ شاہد، مبشر اور ان پڑھ لوگوں کے پشت پناہ بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں۔ تم میرے بندے اور رسول ہو۔ آپ کو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے والی ہستی سے گردانا گیا ہے۔ آپ بدخو، سخت دل اور آوارہ گرد نہیں۔ جب تک آپ کفر و شرک کی ملت کو سیدھے راستے پر نہ لگا دیں اور ملت لا الٰہ الا اللہ نہ پکار اٹھے، اللہ آپ کو موت سے ہم کنار نہیں

---

(۱) ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبد الحلیم، مقدمہ فی اصول التفسیر، دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰ء، ص:۴۲

(۲) بغوی، أبو محمد الحسین بن مسعود، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن (تفسیر البغوی)، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۹۹۷ء، ۱/۱۶

(۳) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابو الفداء، تفسیر القرآنِ العظیم (تفسیر ابن کثیر)، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء، ۱/۸

کرے گا۔ اس کلمے کے سبب اللہ تعالیٰ اندھی آنکھیں، بہرے کان اور غافل دلوں کو کھول دے گا۔[۱]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقتِ نبوت پر تورات سے استدلال کرنا اور قرآنی آیت کی وضاحت پر تورات سے دلیل لینا، تفسیرِ قرآن میں سابقہ کتب سماویہ سے اخذ واستدلال پر واضح دلیل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق محدثین ومفسرین ذکر کرتے ہیں کہ یہود کے بہت بڑے عالم تھے۔ قبول اسلام کے بعد حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارتِ بہشت سے نوازا۔ قرآنی آیات ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ﴾[۲] اور ﴿وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾[۳] ان کے متعلق نازل ہوئیں۔ رجم کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر یہود نے جب کہا کہ ہم تورات میں کچھ نہیں پاتے تو اہل کتاب کو حق پر قائل کرنے کے لیے انہیں کی کتب سے اخذ واستدلال کے لیے فوراً بولے: ﴿فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾[۴]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا ابنِ سلام رضی اللہ عنہ سے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں بیان ہے:

"أنه جاءَ إِلَى النَّبِي فَقَالَ: إِنِّ قَرَأتُ القُرآنَ وَالتَّوراةَ فَقَالَ: "اِقرأ هَذا لَيلة وَهَذا لَيلة"[۵]

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور تشریف لا کر استفسار کرنے لگے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن کی تلاوت کرتا ہوں اور تورات کی بھی، تو حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے: ایک دن تلاوتِ قرآن کر لیا کریں۔ ایک دن تورات کا مطالعہ کر لیا کریں۔

درج بالا فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استشہاد کرتے ہوئے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی درستگی کی بنیاد پر تورات میں بار بار غور کرنے سے متعلق رخصت موجود ہے:

"إن صَحَّ فَفيهِ الرخصَة فِي تَكريرِ التَّوراةِ وَتَدبرِهَا"[۶]

---

(۱) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب انا ارسلناک شاہدو مبشرا ونزیرا، حدیث نمبر: ۴۸۳۸، ۶/۱۳۵

(۲) سورۃ الاحقاف: ۱۰

(۳) سورۃ الرعد: ۴۳

(۴) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صدقین، حدیث نمبر: ۴۵۵۶، ۶/۳۷

(۵) ذہبی، محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸ء، ۱/۵

(۶) ایضاً

اب سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل و منہج ملاحظہ کرتے ہیں، کس انداز سے انہوں نے تورات سے استدلال کیا۔

"حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہودی کمیونٹی زنا کرنے والے ایک مرد اور عورت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اطہر میں لے کر آئے۔ دریافت کیا: تم ایسے لوگوں سے کیا سلوک کرتے ہو؟ کہنے لگے کہ ان کے چہروں پر کالک لگا کر چھتر پولا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت کیا کہ تورات میں رجم نہیں ہے؟ کہنے لگے کہ ہم تو کوئی ایسا حکم نہیں پاتے۔ یہ سن کر سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ اے یہودیو! تم جھوٹے ہو۔ بھلا اگر سچے ہو تو لاؤ تورات اور پڑھو۔ وہ تورات لائے۔ پڑھنے والے نے پڑھتے پڑھتے آیتِ رجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور آگے پیچھے کی آیتیں پڑھنے لگا، رجم کی آیت نہیں پڑھی، عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پڑھنے والے کا ہاتھ ہٹا کر کہنے لگے: یہ کیا ہے؟ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے یہود کہنے لگے کہ یہی رجم کی آیت ہے۔ تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات کا یہی فیصلہ جاری کر دیا، پس وہ دونوں سنگسار کر دیے گئے۔"(۱)

سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اہلِ یہود کو تورات کا درست حکم بتانے پر مجبور کرنے کے لیے ﴿فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا﴾ کہنا اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید حاصل ہونا اور پھر دلیل کے سامنے یہود کا بے بس دکھائی دینا، دلالت کرتا ہے کہ تفسیرِ قرآن میں یہود و نصاریٰ کو دعوت اسلام کی غرض سے بائبل سے استدلال کیا جائے۔ تورات، زبور اور انجیل سے اہل کتاب پر استدلال، دین اسلام کی صحت اور اہل کتاب کے باطل اعتقادات پر رد کے لیے سنّتِ جلیلہ ہے۔ فرمانِ الٰہی ﴿قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی کہا جا رہا ہے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہما

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"أنّه لَقِيَ كَعباً فَجَعلَ يُحدثه وَيَسأله فَقَالَ كَعب: مَا رَأيتُ أحدًا لَم يَقرأ التَّوراة أعلَم بِمَا فِيها مِن أبي هُريرة" (۲)

(۱) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صدقین، حدیث نمبر:۴۵۵۶، ۶/۳۷

(۲) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۳۰

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ ملاقات ہوئی تو انہوں نے مختلف امور پر گفت وشنید کی اور مختلف سوالات بھی کیے تو پھر آخر یہ کہنے لگے کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر تورات کا علم رکھنے والے کسی شخص کو نہیں جانتا۔

دونوں اصحاب کی یہ گفتگو اور پھر دونوں اصحاب کا کتب اہل کتاب سے مختلف مواقع پر استدلال کرنا، تفسیر قرآن میں بائبل سے اخذ واستدلال پر دلالت کرتا ہے۔

مفسرِ قرآن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ ابنِ سلام اور کعب ابنِ احبار رضی اللہ عنہما جیسے اکابرین کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ينقلون منها ما ينقلون من الأخبار ولم ينكر ذلك ولا سماعه أحد من أساطين الإسلام ولا فرق بين سماع ما ينقلونه منهم وبين قراءته فيها وأخذه منها وقد رجع إليها غير واحد من العلماء في إلزام اليهود والاحتجاج عليهم ببعض عباراتها"(۱)

ایسے اکابر اصحابِ رسول یہود سے سابقہ کتبِ مقدسہ پر مشتمل اخبار ہی نقل کرتے ہیں، کوئی بھی مفکرِ اسلام اس کا منکر نہیں ہے۔ ان سے نقل کردہ کے سماع، قرأت اور ان سے اخذ کرنا برابر امور ہیں۔ اہلِ کتاب کی طرف بہت سے علماء نے رجوع کیا ہے اور انہی کی بعض عبارات کے ذریعے ان کے خلاف حجت پکڑی ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری سے سلاطین اور والیان سے خط وکتابت کی ضرورت پیش آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو دعوتی خطوط لکھے۔ یہود سے خط وکتابت کے لیے عبرانی اور سریانی زبان کے ماہر کی ضرورت تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے:

«يا زَيْدُ، تعلَّمْ لي كتَابَ يَهُود، فَإِنِّي واللهِ ما آمَنُ يهُودَ علَى كِتَابِي»(۲)

اے زید! یہود کی زبان سیکھ لے کیونکہ میرے پاس یہود کے خطوط آتے ہیں جن کو میں کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے علاوہ مجھے یہود پر اطمینان بھی نہیں۔

تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے چند دنوں میں عبرانی اور سریانی میں اس قدر مہارت حاصل کرلی کہ خطوط پڑھ لیتے اور جواب لکھ دیتے تھے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ "السیرۃ النبویہ" میں ایک تحریر کا ذکر کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر کو لکھی۔ اس تحریر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے لیے تورات سے اخذ واستدلال کیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی کوششوں کا

---

(۱) الوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ۱۰/۲۹۲

(۲) احمد بن حنبل، مسند، حدیث نمبر: ۲۱۶۱۸، مؤسسۃ الرسالہ، ۲۰۰۱ء، ۳۵/۴۹۰

ما حاصل تھا کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جیسے سریانی زبان، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے سریانی و عبرانی دونوں زبانوں کے ماہر پیدا ہوئے۔ خط کا مفہوم درج ذیل ہے:

"رحمٰن اور نہایت مہربان خدائے بزرگ و برتر کے نام سے شروع: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی اور برادر محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ تحریر ہے۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر منزل من اللہ کتاب کا مصدق ہوں۔ اے جماعتِ توراۃ! آگاہ ہو جاؤ خدائے بزرگ و برتر نے تم سے کہا ہے جو بات تم تورات میں بھی پڑھ چکے ہو کہ محمد خدائے بزرگ و برتر کا مبعوث کنندہ ہے اور اس کے ساتھی کفار پر بہت شدید ہیں لیکن باہم نہایت رحم دل، تم انھیں اس حال میں دیکھو گے کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور رضا ڈھونڈتے ہیں۔ ان کی شناخت سجود کے سبب عیاں ہو گی۔ تورات میں ان کا یہ وصف جبکہ انجیل میں ان کی توصیف اس کھیتی کی طرح، جس کے بیج پیدا ہوئے، مضبوط ہوئے، موٹے ہوئے، اپنی ٹہنیوں پر کھڑے ہو گئے۔ کاشت کرنے والوں کو یہ کھیتی خوش جبکہ کفار کو غیض و غضب دلاتی ہے۔ اہلِ ایمان اور نیک اعمال بجالانے والوں سے خدائے بزرگ و برتر نے بڑی بخشش اور بڑے اجر کا عہد باندھ رکھا ہے۔ میں تمہیں اسی خدائے بزرگ و برتر کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، پھر اس چیز کا واسطہ دیتا ہوں جو تمہاری طرف منزل من اللہ ہے۔ اسی ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تم سے پہلے لوگوں کو، جن کی تم نسل سے ہو، من و سلویٰ کھلایا اور اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تمہارے آباء واجداد کے لیے سمندر کو خشک کر دیا، یہاں تک کہ انہیں فرعون اور اس کے چیلوں سے نجات دی، تم مجھے یہ بتلاؤ کہ کیا تم منزل من اللہ تورات میں لکھا پاتے ہو کہ تم محمد پر ایمان لاؤ؟ اگر تم یہ بات موجود نہیں پاتے تو پھر تم پر کوئی زور و جبر نہیں۔ تحقیق گمراہی کی بنسبت ہدایت عیاں ہو چکی۔ میں تمہیں خدائے بزرگ و برتر اور اس کے نبی کی طرف بلاتا ہوں۔"(۱)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ رسولِ مکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں:

"اہلِ کتاب سے کسی چیز کے متعلق نہ پوچھو، وہ تو خود گمراہ ہو چکے ہیں، تمہاری رہنمائی نہیں کر سکتے۔ ان سے مسئلہ پوچھ کر تم کسی باطل چیز کی تصدیق کر دو گے یا کسی حق کو جھٹلا دو گے۔ اگر

(۱) ہشام، عبد الملک بن ہشام بن، السیرۃ النبویۃ، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی واولادہ، مصر، ۱۹۵۵ء، ۱/ ۵۴۵

آج تمہارے درمیان موسیٰ علیہ السلام بھی حیات ہوتے، وہ بھی میری اطاعت کے علاوہ کوئی حل نہ پاتے۔"[۱]

لیکن اصولیین نے اس مروی کو ضعیف کہتے ہے:

"إسناده ضعيف لضعف مجالد: وهو ابن سعيد"[۲]

کئی اسناد سے یہ روایت ذکر ہوئی ہے اور انہیں طرق، شواہدات اور متابعات کی بنا پر محدثین کے مطابق یہ روایت درست ہے۔ امام ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَاسْتَعْمَلَهُ فِي التَّرْجَمَةِ لِوُرُودِ مَا يَشْهَدُ بِصِحَّتِهِ مِنَ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ" [۳]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ان الفاظ سے باب کا قیام اس روایت کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو تورات پڑھتے دیکھا، سخت برہم ہوئے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ:

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اہلِ کتاب سے لی ہوئی ایک کتاب لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر پڑھنا شروع ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اظہارِ ناراضگی فرماتے ہوئے کہنے لگے: اے عمر! کتاب میں کیا تلاش کرتے ہو؟ اپنی جان کے مالک خدائے بزرگ وبرتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں، یقیناً میں صاف ستھرا کامل نظامِ حیات لے کر آیا ہوں، لہٰذا اہلِ کتاب سے کچھ بھی دریافت نہ کرو۔ کیونکہ وہاں سے کوئی حق بات ملے لیکن تم اسے جھوٹ سمجھ بیٹھو۔ تمہیں کوئی جھوٹ بیان کریں اور تم اسے سچا جان لو۔ اپنی جان کے مالک خدائے بزرگ وبرتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج موسیٰ علیہ السلام بھی حیات ہوتے، وہ بھی میری اطاعت کے علاوہ کوئی چارہ نہ رکھتے۔"[۴]

درج بالا روایت، حدیث کی معتبر کتبِ حدیث میں مختلف اسناد اور الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ مندرج ہے۔ سنن دارمی میں بھی چند الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ موجود ہے۔[۵]

---

(۱) امام احمد بن حنبل، مسند، حدیث نمبر: ۱۴۶۳۱، ۲۲/۴۶۸

(۲) امام احمد بن حنبل، مسند، ۲۲/۴۶۸

(۳) عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۱۳/۳۳۴

(۴) امام احمد بن حنبل، مسند، حدیث نمبر: ۱۵۱۵۶، ۲۳/۳۴۹

(۵) دارمی، محمد بن عبد الرحمٰن، سنن الدارمی، کتاب العلم، باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ، وقول غیرہ عند قولہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۴۴۹، دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ، السعودیۃ، ۱۴۱۲ھ، ۱/۴۰۳

مصنف "فتح المنان شرح سنن دارمی" اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں:

"درج بالا سندِ حدیث مجالد کے علاوہ صحیح سند کی شروط پورا کرتی ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سندِ مجالد سے بیان حدیث کو متابعات و شواہد میں ذکر کیا ہے لہٰذا" صحیح لغیرہ "کہلائے گی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الجامع الصحیح کی کتاب الاعتصام کا باب: باب قولِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لاتسئلوااھل الکتاب عن شیءٍ" الفاظ کے ساتھ ہے۔ ان الفاظ کا چناؤ درج بالا حدیث کی سند کی قوت پر دلالت کرتا ہے۔ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ الفاظ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کا ترجمہ ہیں جو احمد اور بزار نے ان سے بیان کی۔ پھر وہ حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، پھر فرکہتے ہیں: تمام راوی سوائے مجالد کے ثقہ ہیں اور وہ ضعیف ہے، لیکن امام بخاری ترجمۃ الباب میں یہی حدیث نقل کرتے ہیں، کیوں کہ اس حدیث کے صحیح حدیث کے درجے تک پہنچنے کے اور بھی شواہد ہیں۔"(۱)

الشیخ خطیب التبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ المصابیح میں سنن دارمی کی درج بالا حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ ذکر کی، شیخ البانی رحمۃ اللہ اس حدیث پر حکم "حسن" لگاتے ہیں۔ ایک اور مقام پر شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ درج بالا حدیث کو "حسن" کہنے کی وجہ بہت زیادہ قوی شواہد کا کہتے ہیں۔ پھر مختلف سندوں کے چھ شواہد بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وجملة القول: أن مجيء الحديث في هذه الطرق المتباينة والألفاظ المتقاربة لمما يدل على أن مجالد بن سعيد قد حفظ الحديث فهو على أقل تقدير حديث حسن"(۲)

جملۃ القول یہ ہے کہ مجالد بن سعید کی بیان کردہ حدیث کا متباین طرق اور متقارب الفاظ کے ساتھ بیان ہونا کم از کم درجہ "حسن" پر دلالت کرتا ہے۔

آپ کے اظہارِ ناراضگی کے اثرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوری زندگی محسوس کرتے اور کراتے رہے ہیں۔ دو امثلہ پیشِ خدمت ہیں۔

سوس کا رہنے والا قبیلہ عبد القیس کا ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ حال احوال دریافت کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چھڑی اسے دے ماری۔ وہ اپنا قصور دریافت کرنے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ یوسف کی آیات ﴿لَمِنَ الْغَافِلِينَ﴾ تک تین مرتبہ تلاوت کیں اور تینوں مرتبہ چھڑی سے اسے ضرب لگائی۔ وہ

---

(۱) عبداللہ بن عبد الرحمٰن، فتح المنان شرح و تحقیق کتاب الدارمی المسمّٰی بالمسند الجامع، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ، ۳/۱۹۱۔۱۹۲

(۲) البانی، محمد ناصر الدین، ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، کتاب الوقف، الفصل الاول، حدیث نمبر: ۱۵۸۹، المکتب الاسلامی، بیروت، طبع دوم: ۱۴۰۵ھ، ۶/ ۳۴-۳۸

ہر بار اپنا قصور دریافت کرتا رہا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُسے کہنے لگے کہ تم نے دانیال کی کتاب لکھی ہے؟ کہنے لگا کہ ہاں لکھی ہے، لیکن آپ جو حکم کریں گے میں ویسا کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ گرم پانی اور روئی سے اس کے الفاظ صاف کر دے۔ ایسی تحریروں کو خود پڑھنا نہ کسی کو پڑھانا۔ اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو ایسی سزا دوں گا کہ عبرت ہو جاؤ گے۔ اب میرے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بھی سنتا جا۔ میں اہلِ کتاب کی ایک کتاب لکھی اور اسے چمڑے میں لپیٹے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آیا۔ حضور رضی اللہ عنہ کا چہرہ غضب زدہ ہو گیا۔ لوگوں کو جمع کرنے کے لیے اعلان کر دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ہتھیار بند انصار نے منبر گھیرے میں لے لیا کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: لوگو! مجھے جامع کلمات دیے گئے ہیں۔ میں اللہ کے دین کی بہت خوبصورت باتیں لایا ہوں۔ تم بہک نہ جانا اور گہرائی میں اترنے والے تمہیں بہکا نہ دیں۔ حضرت عمر کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ کے رحمٰن، اسلام کے دین، آپ کے پیغمبر ہونے پر دل سے راضی۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔(۱)

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا دوسرا واقعہ درج ذیل ہے:

حافظ ابو بکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی کہتے ہیں:

> ”عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں حمص سے چند آدمی بلائے۔ ان میں سے دو اشخاص نے یہود کی چند منتخب باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایسی باتوں کے متعلق دریافت کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے کہنے لگے کہ شائد تم نے ان سے کچھ باتیں لکھ رکھی ہیں۔ سنو! میں اس سے متعلق فیصلہ کن واقعہ سناؤں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ میں خیبر گیا۔ وہاں ایک یہودی کی باتیں مجھے پسند آئیں۔ میری درخواست پر وہ باتیں مجھے لکھ دیں گئیں۔ واپس آکر میں یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تحریر مجھ سے منگوائی۔ میں حاضرِ خدمت ہو کر تحریر پڑھنے لگا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ناراض اور غضب میں ہیں۔ میری زبان مزید ایک لفظ پڑھنے سے قاصر ہو گئی اور مارے خوف کے میرا روں روں کھڑا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس تحریر کو پکڑ کر الفاظ مٹانا شروع ہوئے اور ساتھ ساتھ فرماتے جاتے کہ یہ خود آپ گمراہ ہو چکے اور دیگر کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک لفظ تک مٹا دیا۔ یہ واقعہ سنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اگر تم نے بھی ان سے کچھ تحریر کیا ہوتا تو تم کو عبرت ناک سزا دیتا۔ انہوں نے کہا اللہ

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴/ ۳۶۷-۳۶۸

کی قسم ہم ان سے کچھ بھی احاطہ تحریر میں نہیں لائیں گے۔ تب انہوں جنگل جا وہ تختیاں گھڑا کھود کر دفن کر دیں۔"(۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فرمان اور ان کے عمل کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"اے مسلمین کی جماعت! تم یہود و نصاریٰ سے کیوں سوال کرتے ہو حالانکہ اس کے نبی پر نازل کتاب تمہارے پاس موجود ہے، جسے میں تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں۔ اس کتاب میں باطل کی ملاوٹ نہیں۔ میں تمہیں یہ بات بھی بیان کر چکا ہوں: یہود و نصاریٰ نے کلام الٰہی تبدیل کر دیا ہے۔ وہ حقیر سی قیمت کے بدلے اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔"(۲)

اب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل مشاہدہ کریں:

"سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہود کا گروہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیش ہو کر کر عرض کرنے لگا۔ اے ابو القاسم! ہم آپ سے ایک ایسی بات پوچھنے والے ہیں جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے پاس علم نہیں ہو سکتا۔ تو پھر انہوں نے اس کھانے کے متعلق دریافت کیا جو نزولِ تورات سے پہلے سیدنا اسرائیل علیہ السلام اپنے آپ پر حرام قرار دے دیے چکے تھے۔ حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ تورات نازل کرنے والے رب کی قسم! حضرت اسرائیل یعقوب علیہ السلام کو ایسا شدید عارضہ لاحق ہو گیا تھا کہ بیماری نے جب طول پکڑا تو حضرت اسرائیل علیہ السلام نے اللہ کے حضور نزر پیش کی کہ خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے شفاء عطا ہونے پر محبوب ترین پینے کی چیز اور محبوب ترین کھانے کی چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیں گے۔ تو ہاں! حضرت یعقوب علیہ السلام کا محبوب ترین طعام اونٹ کا گوشت اور پینے کی محبوب ترین چیز اونٹنی کا دودھ تھا۔ یہ جواب سن کر یہود کہنے لگے، اے اللہ! انہوں نے سچ کہا۔"(۳)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ "یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِين" کہہ کر عام مسلمانوں کی جماعت سے مخاطب ہیں۔ محرّف و مبدّل کتاب کو ماننے والوں سے سوال کرنے سے روک رہے ہیں اور قرآن کی طرف متوجہ کرتے نظر آتے ہیں لیکن ان کا

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴/۳۶۸

(۲) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشہادات، باب لا یُسأل اہل الشرک عن الشہادۃ وغیرہا، حدیث نمبر: ۲۶۸۵

(۳) امام احمد بن حنبل، مسند، حدیث نمبر: ۲۴۷۱، ۴/۲۷۷

عمل نظر آتا ہے کہ وہ اہلِ کتاب و کتبِ اہل کتاب سے استدلال کرتے نظر آتے ہیں۔ نتیجتاً ہم کہہ سکتے ہیں کہ کتبِ اہلِ کتاب میں غور و فکر اور ان سے اخذ و استدلال ایک محقق عالم کے لیے تو جائز ہے لیکن عام آدمی کو اجازت نہیں دی جاسکتی۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے مترجم و شارح الجامع الصحیح للبخاری مولانا داؤد راز رقمطراز ہیں:

"تمہارے پاس اللہ کا کلام قرآن مجید موجود ہے اور اس کی شرح، حدیث تمہارے پاس موجود ہے، پھر بڑے شرم کی بات ہے کہ تم ان سے پوچھو۔ بہت سے علماء نے اس حدیث کی رو سے تورات و انجیل اور اگلی آسمانی کتب کا مطالعہ کرنا بھی مکروہ رکھا ہے، کیوں کہ ان میں تحریف اور تبدیلی ہوئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ضعف الایمان لوگوں کا اعتقاد بگڑ جائے، لیکن جس شخص کو یہ ڈر نہ ہو اور وہ اہلِ کتاب سے مباحثہ کرنا چاہے اور اسلام پر جو وہ اعتراض کرتے ہیں، ان کا جواب دینا چاہے تو وہ اجر کا حق دار ہے۔"(۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک یہودی کے تورات سے استدلال کے ذریعے ایمان لانے کا ذکر کرتے ہیں کہ:

"خدائے بزرگ و برتر حضور ﷺ کو یہودی آدمی کے بہشت داخلہ کے لیے بھیجتے ہیں، اس سلسلے میں حضور ﷺ ایک کلیسا میں داخل ہوئے تو وہاں مجلسِ یہود میں ایک یہودی تورات کی تلاوت کر رہا تھا۔ دوران تلاوت حضور ﷺ کی صفات پر پہنچا تو رک گیا۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اب کس چیز نے تمہیں تلاوتِ تورات سے روک دیا ہے۔ وہاں موجود ایک مریض آدمی کہنے لگا کہ یہاں نبی ﷺ کی صفات کا تذکرہ ہے تو یہ رک گیا ہے پھر اُس مریض آدمی نے آگے بڑھ کر اس سے تورات پکڑ لی اور تلاوت کرنے لگا۔ آپ ﷺ اور صفاتِ امتِ محمدیہ پر پہنچ کر حضور ﷺ سے مخاطب ہوا کہ یہ تیری اور تیری امت کی صفات ہیں۔ ساتھ ہی اس نے شہادت دی: سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کوئی الٰہ نہیں اور بے شک آپ رسول اللہ ہیں۔"(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

---

(۱) راز، محمد داؤد، صحیح البخاری (ترجمہ و تشریح)، مرکزی جمیعت اہلِ حدیث، ھند، ۸/ ۵۱۰-۵۱۱

(۲) امام احمد بن حنبل، مسند، حدیث نمبر: ۳۹۵۱، ۷/ ۶۴

سیدنا انس رضی اللہ عنہ حضور مکرم ﷺ کے ایک خدمت گزار یہودی کے بائبل سے استدلال کی بنا پر اسلام لانے کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ایک یہودی لڑکا حضور مکرم ﷺ کا خادم تھا، اسے کوئی مرض لاحق ہو گیا۔ آپ ﷺ مزاج پرسی کے لیے گئے۔ آپ ﷺ اس کے سرہانے توراۃ پڑھتے اس کے والد کو دیکھ کر فرمانے لگے: اے یہودی! میں تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ نازل کرنے والے رب کی حلف دیتا ہوں، کیا آپ توراۃ میں میری تعریف، میرے بارے میں تفصیل اور میرے ظاہر ہونے کی جگہ وغیرہ کا تذکرہ پاتے ہو؟ یہودی نے کہا: نہیں۔ مگر اس نوجوان لڑکا کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم لوگ تمہاری تعریف، تمہارے بارے میں وضاحت اور آپ کی آمد کا مقام وغیرہ پاتے ہیں اور میں شہادت دے رہا ہوں کہ سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کوئی الٰہ نہیں اور تم رسول اللہ ہو۔ آپ ﷺ اپنے اصحاب سے فرمانے لگے: اس یہودی کو سرہانے سے اٹھا دو۔ اپنے بھائی کے ولی اور وارث بن جاؤ۔"(۱)

حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ

سیدنا عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ تورات، انجیل اور قرآن کی تلاوت کرنے والے یہودی کے اسلام لانے کی داستاں ذکر کرتے ہیں، جس نے آپ ﷺ کی صداقت پر تورات سے استدلال کیا۔ کہتے ہیں:

"نبی مکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے، اسی اثنا میں مسجد میں چلتے ہوئے ایک یہودی کی طرف دیکھا اور بلایا۔ چنانچہ ایک آدمی یہود میں سے شلوار قمیص پہنے ہوئے تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ کہتے ہیں وہ کچھ نہیں کہہ رہا تھا مگر اس نے صرف یہی کہا: یا رسول اللہ! مگر حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم میرے رسول اللہ ہونے کی شہادت دیتے ہو؟ وہ انکاری رہا۔ آپ ﷺ نے استفسار کیا: تم توراۃ پڑھتے ہو؟ کہنے لگا، پڑھتا ہوں۔ فرمایا: انجیل؟ کہنے لگا، پڑھتا ہوں۔ پوچھا: قرآن پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: اپنی جان کے مالک خدائے بزرگ و برتر کی قسم، چاہوں تو پڑھ سکتا ہوں۔ حضور ﷺ اسے حلف دے کر کہنے لگے کیا تم میرے متعلق توراۃ و انجیل میں پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ ہم اسے تیری مثل پاتے ہیں اور تیری

(۱) بیہقی، احمد بن الحسین بن علی بن موسی، دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ۲۷۲/۶

زندگی کی مثل ہی اس کی زندگی پاتے ہیں اور اسے اسی جگہ سے ظاہر ہوتا پاتے ہیں جہاں سے تو ظاہر ہوا ہے۔"[۱]

سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا انس، سیدنا عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہم کے بیان کردہ درج بالا مشاہدات سے پتا چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے ہوتے ہوئے سابقہ صحفِ سماویہ میں ان کی صفات و دیگر براہین سے مستفید ہو کر کئی اہلِ کتاب نے ہدایت حاصل کی۔ اسلام کے سچ ہونے پر سابقہ صحف کے اِن براہین کو بعض اہلِ کتاب چھپانے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن صحابہ کرام اور حضور ﷺ دینِ اسلام کی سچائی پر سابقہ صحفِ سماویہ سے دلائل پیش کرتے ہیں تو وہ دلائل مؤثر ہونے کی بنا پر مذہبِ اسلام قبول کرانے کا سبب بنتے ہیں۔

حاصلِ مطالعہ

درج بالا بحث سے پتا چلتا ہے کہ سابقہ صحفِ سماویہ سے استدلال سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل اور منہج نہایت سخت رہا، جن لوگوں کے پاس سابقہ صحفِ سماویہ میں سے کچھ پایا، ان کا سختی سے نوٹس لیا، اور ساتھ ساتھ ان کو اپنا واقعہ بھی سنایا جو حضور ﷺ کے ساتھ ان کو درپیش ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق روایات کے راوی سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ خود سیدنا جابر بن عبداللہ کے بیانات بھی ایسے ہی ملتے ہیں، جس میں سابقہ صحفِ سماویہ کو پڑھنے اور نقل کرنے کے متعلق سخت موقف اپنایا گیا ہے۔ لیکن جب ہم دوسرے اصحابِ رسول، مثلاً عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن سلام، عبداللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کا اسلوب اور منہج سابقہ صحفِ سماویہ سے استدلال کے اثبات پر صاف دکھائی دیتا ہے تو دو باتیں قابلِ غور ہیں۔

پہلی: ممانعت کے واقعات شروع اسلام کے ہیں، لیکن جب اسلامی تعلیمات عام ہو گئیں۔ اسلامی اور سابقہ صحف کہ تعلیمات کے مل جل جانے اور نومسلموں کے عقیدتاً پھسلنے کا اندیشہ جاتا رہا تو اجازت مل گئی لہٰذا اصحابِ رسول قرآنی بیانات کی تفسیر میں سابقہ صحفِ سماویہ سے استدلال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "بنی اسرائیل سے بغیر کسی حرج کے بیان کر لیا کرو مطلب کہ اہلِ کتاب سے حدیث لینے میں تنگی اور سختی میں نہ پڑو۔ آپ ﷺ سے مروی حدیث گزر چکی، جہاں اہلِ کتاب سے اخذ کرنے، سابقہ صحف دیکھنے سے متعلق زجر و توبیخ ذکر ہے۔ پھر اس مسئلہ میں وسعت حاصل ہوئی۔ گویا

(۱) بزار، احمد بن عمرو، مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، حدیث نمبر: ۳۰۷۰، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ۲۰۰۹ء، ۹/۱۴۴

یہ ممانعت اسلامی احکام اور دینی اصول و قواعد کے استقرار سے پہلے فتنے کے خوف سے ہے۔
پھر جب یہ خوف ذائل ہو گیا تو اجازت دے دی گئی۔"(۱)

دوسری صورت یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لیے سابقہ کتبِ سماویہ کو پڑھنے، حفظ کرنے یا دلائل تلاش کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر اجازت ہے تو صرف آئمہ راسخین کو۔ حضور ﷺ حضرت عمر فاروق سے سابقہ آسمانی صحیفہ دیکھ کر ناراض ہو رہے ہیں تو دوسری طرف سابقہ صحفِ سماویہ کے بہت بڑے عالمِ دین سیدنا عبد اللہ بن سلام ﷺ کو تورات کا مطالعہ اور استدلال کے لیے اجازت مرحمت فرما رہے ہیں اور آپ ﷺ کی موجودگی میں تورات منگوا کر اہلِ یہود کے خلاف حجت پکڑتے دکھائی دیتے ہیں۔

اسی بات کو حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ مختصر مگر جامع تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"آپ ﷺ کے نفی والے فرامین سے کراہت تنزیہی ظاہر ہوتی ہے نہ کہ کراہت تحریمی اور پھر راسخین اور غیر راسخین کے درمیان فرق بھی ظاہر ہو رہا ہے، کہ علماء راسخین کے علاوہ کسی سابقہ صحفِ سماویہ سے استدلال کرنے کا حکم نہیں ہے۔ احادیثِ مبارکہ ائمہ کے تورات سے اخذ کرنے اور آپ ﷺ کی سچائی کے لیے یہود کو انہیں کی کتب سے دلائل دکھانے پر دلالت کرتی ہیں۔"(۲)

اسی طرح امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہی سوچ و فکر کو پروان چڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرآن کے نزول کے بعد تورات کا پڑھنا اور حفظ کرنا کسی کے لیے مشروع نہیں ہے، کیوں کہ وہ محرّف و مبدّل اور منسوخ العمل ہے اور اس کتاب میں سچ باطل سے مختلط ہے، پس اجتناب کریں۔ لیکن یہود سے بحث و مباحثہ اور ان کی تردید کی غرض سے اجازت صرف ایک عالم کے لیے ہے۔"(۳)

خلاصۃ البحث

(۱) عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، قولہ باب ماذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر:۳۴۵۶، ۶/۴۹۸

(۲) عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، قولہ باب قول اللہ تعالیٰ بل ہو قرآن مجید فی لوح محفوظ، حدیث نمبر:۷۵۵۲، ۱۳/۵۲۵

(۳) ذہبی، محمد حسین، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ۳/۸۶

قرآن کی تفسیر وتوضیح کی روایت شروع دن سے جاری ہے۔ مسلمانوں کا جغرافیہ وسیع ہونے اور مختلف اقوام و مذہب میں اسلام کے پھیلاؤ کے بعد تفسیرِ قرآن کی ضرورت بڑھتی گئی۔ شروع اسلام میں یہ اصول متعین ہو چکا تھا کہ خود قرآن مجید میں ہی ایک بیان کی تفسیر دوسری جگہ مل جاتی ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی اور خود حضور ﷺ کی سیرتِ مطہرہ تفسیر قرآن کا دوسرا ماخذ سمجھی گئی ہے۔ آپ ﷺ کے اصحاب برائے راست آپ ﷺ سے تعلیم وتربیت حاصل کیے ہوئے تھے، لہٰذا آثارِ صحابہ مآخذِ تفسیر میں تیسرا مصدر ہیں۔ اختلافِ اقوال کی صورت میں ترجیحات بھی اہل علم کے ہاں متعین کر دی گی ہیں۔ اصولین کے نزدیک تفسیرِ قرآن کے کئی اسالیب اور مصادر میں ایک اہم اسلوب اور مآخذ سابقہ صحف سماویہ ہیں۔ قرآن نے خود کئی ایک مقامات پر عقائد اور احکام وواقعات کی وضاحت کے لیے سابقہ کتبِ سماویہ سے اخذ و استدلال کیا ہے اور خود آپ ﷺ کا دینِ اسلام کی تائید ومذاہب باطلہ کی تردید میں بائبل سے استدلال کرنا جواز فراہم کرتا ہے۔ خاص طور پر اصحابِ رسول کا طرزِ عمل، اسلوب و منہج کا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اکابر اصحابِ رسول مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے قرآنی آیات کی وضاحت میں سابقہ صحفِ سماویہ سے استدلال کر کے دینِ اسلام کے حقائق اور سچائی ثابت کی اور سابقہ صحفِ سماویہ سے ہی استدلال کرتے ہوئے ایسی آیات کی بھی وضاحت کی جن میں سابقہ صحف کا حوالہ دیا گیا تھا یا قرآن مجید کے کسی بیان سے مقصود سابقہ صحفِ سماویہ میں بیان توہمات اور تحریف و تبدل کی وضاحت مقصود تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سابقہ صحف سے استدلال سے متعلق سخت موقف اپنایا ہے، اس کی وجہ ایسے ہی ایک موقع پر ان سے سختی برتنا تھا کہ تم ان کتب میں کیا تلاش کرتے ہو؟ میں صاف ستھرا کامل نظام حیات لے کر آیا ہوں۔ لیکن محدثین ومفسرین اس واقع کو شروع اسلام کا گردانتے ہیں۔ سابقہ صحفِ سماویہ کا علم نہ رکھنے والے اصحاب کو اجازت دی بھی نہیں جا سکتی لیکن حضور ﷺ نے نو مسلم علمائے اہلِ کتاب ودیگر اہلِ علم کو نہ صرف اجازت دی بلکہ حوصلہ افزائی بھی کی۔ سابقہ صحفِ سماویہ سے استدلال کر کے اہلِ کتاب کو حقیقتِ حال سے روشناس کرانے میں اصحابِ رسول کا منہج واسلوب ثابت کرتا ہے کہ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے سابقہ کتبِ سماویہ سے اخذ واستدلال کیا جائے اور ایسے محرف ومبدل حقائق کی نشاندہی کی جائے جو سابقہ کتبِ سماویہ میں ہیں لیکن ان کتب کے مہیمن قرآن مجید نے ایسے حقائق کو برحق بیان کیا ہے۔ اہل کتاب ایسے حقائق کو پس پشت، آنکھیں چرائے یا پھر انکار کیے بیٹھے ہیں۔ ایسے حقائق سے متعلق ان سے سوال کیا جائے یا پھر ان کی اپنی کتب سے ان کے سامنے دلائل واضح کیے جائیں۔ امید واثق ہے کہ یہ دلائل ان کے لیے ذریعہ ہدایت ثابت ہوں یا پھر ان پر حجت قائم ہو جائے۔

❁❁❁